روزنامہ
1913ء سے جاری شدہ
FR-10
الفضل
The ALFAZL Daily
ٹیلی فون نمبر 047-6213029
ایڈیٹر : عبدالسمیع خان
web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org
سوموار 12 مئی 2014ء 12 رجب 1435 ہجری 12 ہجرت 1393 ہش جلد 64-99 نمبر 107

غفلت نہ کرو

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

قرآن مجید کے یہ نسخے جو تمہارے گھروں میں پڑے ہوئے ہیں تمہیں حفظ کرنے سے غفلت میں نہ ڈال دیں۔ یادرکھو یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے دل کو عذاب نہیں دے گا جس میں قرآن کریم محفوظ ہو۔

(مصنف ابن ابی شیبة کتاب فضائل القرآن، باب فی الوصیة بالقرآن و قراء ته)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

ہدایتوں پر قائم ہونے کے لئے تین چیزیں ہیں

(1) قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں وہ خدا کا کلام ہے وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے۔

(2) دوسری سنت اور اس جگہ ہم اہلحدیث کی اصطلاحات سے الگ ہو کر بات کرتے ہیں یعنی ہم حدیث اور سنت کو ایک چیز قرار نہیں دیتے .... بلکہ حدیث الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز۔ سنت سے مراد ہماری صرف آنحضرتؐ کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور ابتداء سے قرآن شریف کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ رہے گی۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا قول ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ کا فعل اور قدیم سے عادۃ اللہ یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام خدا کا قول لوگوں کی ہدایت کے لئے لاتے ہیں تو اپنے عملی فعل سے یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر کر دیتے ہیں تا اس قول کا سمجھنا لوگوں پر مشتبہ نہ رہے اور اس قول پر آپ بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کراتے ہیں۔

(3) تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے اور حدیث سے مراد ہماری وہ آثار ہیں کہ جو قصوں کے رنگ میں آنحضرت ﷺ سے قریباً ڈیڑھ سو برس بعد مختلف راویوں کے ذریعوں سے جمع کئے گئے ہیں۔ پس سنت اور حدیث میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ سنت ایک عملی طریق ہے جو اپنے ساتھ تواتر رکھتا ہے جس کو آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دوسرے درجہ پر ہے اور جس طرح آنحضرتؐ قرآن شریف کی اشاعت کے لئے مامور تھے ایسا ہی سنت کی اقامت کے لئے بھی مامور تھے۔ پس جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے ایسا ہی سنت معمولہ متواترہ بھی یقینی ہے۔ یہ دونوں خدمات آنحضرت ﷺ اپنے ہاتھ سے بجالائے اور دونوں کو اپنا فرض سمجھا۔ مثلاً جب نماز کے لئے حکم ہوا تو آنحضرتؐ نے خدا تعالیٰ کے اس قول کو اپنے فعل سے کھول کر دکھلا دیا اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا کہ فجر کی نماز کی یہ رکعات ہیں اور مغرب کی یہ اور باقی نمازوں کے لئے یہ یہ رکعات ہیں۔ ایسا ہی حج کر کے دکھلایا اور پھر اپنے ہاتھ سے ہزارہا صحابہ کو اس فعل کا پابند کر کے سلسلہ تعامل بڑے زور سے قائم کر دیا۔ پس عملی نمونہ جواب تک امت میں تعامل کے رنگ میں مشہود و محسوس ہے اسی کا نام سنت ہے۔ لیکن حدیث کو آنحضرت ﷺ نے اپنے روبرو نہیں لکھوایا اور نہ اس کے جمع کرنے کے لئے کوئی اہتمام کیا۔ کچھ حدیثیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کی تھیں لیکن پھر تقویٰ کے خیال سے انہوں نے وہ سب حدیثیں جلا دیں کہ یہ میرا اسماع بلاواسطہ نہیں ہے خدا جانے اصل حقیقت کیا ہے۔ پھر جب وہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم کا گزر گیا تو بعض تبع تابعین کی طبیعت کو خدا نے اس طرف پھیر دیا کہ حدیثوں کو بھی جمع کر لینا چاہئے تب حدیثیں جمع ہوئیں۔ اس میں شک نہیں کہ اکثر حدیثوں کے جمع کرنے والے بڑے متقی اور پرہیزگار تھے انہوں نے جہاں تک ان کی طاقت میں تھا حدیثوں کی تنقید کی اور ایسی حدیثوں سے بچنا چاہا جو ان کی رائے میں موضوعات میں سے تھیں اور ہر ایک مشتبہ الحال راوی کی حدیث نہیں لی۔ بہت محنت کی مگر تاہم چونکہ وہ ساری کارروائی بعد از وقت تھی۔ اس لئے وہ سب ظن کے مرتبہ پر رہی بایں ہمہ یہ سخت ناانصافی ہوگی کہ یہ کہا جائے گا کہ وہ سب حدیثیں لغو اور نکمی اور بے فائدہ اور جھوٹی ہیں بلکہ ان حدیثوں کے لکھنے میں اس قدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اس قدر تحقیق اور تنقید کی گئی ہے جو اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی .... ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں۔

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی روحانی خزائن جلد 19 ص 209 تا 212)

نصیحت فائدہ مند ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:۔
عادتیں بعض دفعہ انسان کو بہت ذلیل کروا دیتی ہیں۔ بعض لوگوں کو جھوٹ بولنے کی عادت ہوتی ہے۔ لاکھ سمجھاؤ، نگرانی کرو مگر جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے۔ اُن کی اصلاح مشکل ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ ہو نہیں سکتی۔ اگر اصلاح نہ ہو سکے تو اُن کو سمجھانے کی ضرورت کیا ہے۔ خطبات میں بھی مستقل سمجھایا جاتا ہے، نصیحتیں کی جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا سمجھائے جانے کا حکم ہے۔ اگر ایمان کی کچھ بھی رمق ہے تو نصیحت بہرحال فائدہ دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ مومنوں کو نصیحت کرو اُن کے لئے فائدہ مند ہے۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 367 تا 369)

(مرسلہ: نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ بسلسلہ تعمیل فیصلہ جات شوریٰ 2014ء)

دین کی اشاعت کیلئے وقف کرو

حضرت مصلح موعود خطبہ جمعہ فرمودہ 23 ستمبر 1955ء میں فرماتے ہیں:۔

’’خدا نے تمہارے لئے بڑی بڑی عزتیں رکھی ہیں۔ تم خدا پر توکل کرو اور اس کے دین کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کرو۔ وہ دینے پر آتا ہے تو وہ کچھ دے دیتا ہے کہ انسان اسے دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔‘‘

(بحوالہ الفضل 22۔ اکتوبر 1955ء)

مخلص نوجوان لبیک کہتے ہوئے قدم آگے بڑھائیں اور اپنے آپ کو وقف کیلئے پیش کریں۔

(وکیل التعلیم تحریک جدید ربوہ)

درخواست دعا

☆ مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کیلئے درخواست دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کی قربانی قبول فرمائے اور ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

حقیقی علم خشیت اللہ پیدا کر دیتا ہے

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تقسیم تین طرح پر کی ہے۔ **منھم ظالم**......(فاطر:33) یعنی تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو **ظالم لنفسہ** کہلاتے ہیں ان کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ خواہش نفس ان پر غالب ہوتی ہے اور وہ گویا پنجۂ نفس میں گرفتار ہوتے ہیں۔ دوم وہ لوگ ہیں جو **مقتصد** یعنی میانہ رو کہلاتے ہیں۔ یعنی کبھی نفس ان پر غالب ہو جاتا ہے اور کبھی وہ نفس پر غالب ہو جاتے ہیں اور پہلی حالت سے نکل چکے ہوتے ہیں، لیکن تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہوتا ہے جو پنجۂ نفس سے کلی رہائی پا لیتے ہیں اور **سابق بالخیرات** کہلاتے ہیں۔ یعنی نیکی کرنے میں سب سے سبقت لے جاتے ہیں۔ اور وہ محض خدا ہی کے لیے ہو جاتے ہیں۔ ان میں علمی اور عملی قوت آ جاتی ہے۔ ایسے لوگ خدمت دین کے لیے مفید اور کارآمد ہوتے ہیں۔ اس قانون کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالیٰ نے بعض کا حکم دیا۔ کیونکہ کل کے کل تو اس مقصد کے لیے تیار نہیں ہو سکتے تھے اور یہی اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت ہے کہ بعض لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو تجارت، زراعت یا ملازمت کریں اور ایسے بھی ہونے چاہئیں جو دین کی (اشاعت) کرنے والے ہوں تا کہ قوم آئندہ ٹھوکروں سے بچ جاوے۔ یہ یاد رکھو کہ جب کوئی قوم تباہ ہونے کو آتی ہے تو پہلے اس میں جہالت پیدا ہوتی ہے اور وہ دین جو انہیں سکھایا گیا تھا اُسے بھول جاتے ہیں۔ جب جہالت پیدا ہوتی ہے تو اس کے بعد یہ مصیبت اور بلا آتی ہے کہ اس قوم میں تقویٰ نہیں رہتا اور اس میں فسق و فجور اور ہر قسم کی بدکرداری شروع ہو جاتی ہے اور آخر اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم کو ہلاک کر دیتا ہے کیونکہ تقوی اور خدا ترسی علم سے پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **انما یخشی اللہ** ......(فاطر:29) یعنی اللہ تعالیٰ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی علم خشیت اللہ کو پیدا کر دیتا ہے اور خدا تعالیٰ نے علم کو تقویٰ سے وابستہ کیا ہے کہ جو شخص پورے طور پر عالم ہوگا اس میں ضرور خشیت اللہ پیدا ہوگی۔ علم سے مراد میری دانست میں علم القرآن ہے۔ اس سے فلسفہ، سائنس یا اور علوم مروجہ مراد نہیں کیونکہ اُن کے حصول کے لیے تقویٰ اور نیکی کی شرط نہیں بلکہ جیسے ایک فاسق فاجر اُن کو سیکھ سکتا ہے ویسے ہی ایک دیندار بھی، لیکن علم القرآن بجز متقی اور دیندار کے کسی دوسرے کو دیا ہی نہیں جاتا۔ پس اس جگہ علم سے مراد علم القرآن ہی ہے جس سے تقویٰ اور خشیت پیدا ہوتی ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جس قوم سے تمہیں مقابلہ پیش آوے اس مقابلہ میں تم بھی ویسے ہی ہتھیار استعمال کرو جیسے ہتھیار وہ مقابلہ والی قوم استعمال کرتی ہے۔ اور چونکہ آجکل مذہبی مناظرہ کرنے والے لوگ ایسے امور پیش کر دیتے ہیں جن کا سائنس اور موجودہ علوم سے تعلق ہے اس لیے اس حد تک ان علوم میں واقفیت اور دخل کی ضرورت ہے جیسے مثلاً اعتراض کر دیتے ہیں کہ جن ممالک میں چھ ماہ تک آفتاب طلوع یا غروب نہیں ہوتا۔ وہاں نماز یا روزہ کے احکام کی تعمیل کس طرح پر ہوگی؟ اب جو شخص ان ممالک سے واقف نہیں یا ان باتوں پر اطلاع نہیں رکھتا وہ سنتے ہی گھبرا جاویگا اور حیران ہو کر رہ جاویگا۔ ایسا اعتراض کرنے والوں کا منشا یہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تعلیم کی تکمیل کو ناقص قرار دیں کہ ایسے ممالک کے لیے کوئی اور حکم ہونا چاہیے تھا۔ غرض ایسے اعتراضات چونکہ آج کل ہوتے ہیں، اس لیے ضروری امر ہے کہ ان علوم میں کچھ نہ کچھ دسترس ضرور ہو۔ ایسا ہی بعض لوگ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن شریف گردش آسمان کا قائل ہے جیسے فرمایا **والسماء ذات الرجع** (الطارق:12) حالانکہ آجکل کے بچے بھی جانتے ہیں کہ زمین گردش کرتی ہے۔ غرض اسی قسم کے بیسیوں اعتراض کر دیتے ہیں اور تاوقتیکہ ان علوم میں کچھ مہارت اور واقفیت نہ ہو جواب دینے میں مشکل پیدا ہوتی ہے۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ زمین یا آسمان کی گردش ظنی امور ہیں ان کو یقینیات میں داخل نہیں کر سکتے۔ ایک زمانہ تک گردشِ آسمان کے قائل رہے۔ پھر زمین کی گردش کے قائل ہو گئے۔ سب سے زیادہ ان لوگوں کی طبابت پر مشق ہے لیکن اس میں بھی دیکھو کہ آئے دن تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً پہلے ذیابیطس کے لیے یہ کہتے تھے کہ اس کے مریض کو میٹھی چیز نہیں کھانی چاہیے مگر اب جو تحقیقات ہوئی ہے تو کہتے ہیں کچھ ہرج نہیں اگر سنگترہ بھی کھا لے یا چاء پی لے۔ غرض یہ سب علوم ظنی ہیں۔ اس موقعہ پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ **والسماء ذات الرجع** کے معنے بتا دیئے جاویں۔ کیونکہ اس کا ذکر آ گیا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ سماء کے معنے آسمان ہی کے نہیں ہیں بلکہ سماء مینہ کو بھی کہتے ہیں۔ گویا اس آیت میں اس مینہ کی جو زمین کی طرف رجوع کرتا ہے قسم کھائی ہے اور پھر وہ زمین جس سے شگوفے نکلتے ہیں۔ اکیلی زمین اور اکیلا آسمان کچھ نہیں کر سکتا۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 599)

نورِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ہم دل کے آنگنوں کو سجاتے چلے گئے
اسمِ رسولؐ لب پہ جو لاتے چلے گئے

سینا کی چوٹیوں سے جو سایہ فگن ہوئے
ابرِ کرم بنے اور چھاتے چلے گئے

صدیوں کے زنگ دل سے اتارے کمال تھے
غار حرا میں آنسو بہاتے چلے گئے

ان کا سرور صندل و امرت سے بڑھ کے تھا
طلحہؓ جو تیر ہاتھوں پہ کھاتے چلے گئے

پہلے خدا کے در پہ جھکایا جہان کو
پھر قوت یقین بڑھاتے چلے گئے

تاریخ میں لکھا ہے وہ آندھی شدید تھی
کنکر بدر کے روز اُڑاتے چلے گئے

اپنے عروج خلق سے معراج پا گئے
اپنا کمال تام دکھاتے چلے گئے

جن کے لئے زمانے بنائے گئے تمام
وہ بار دوسروں کے اُٹھاتے چلے گئے

صدیوں سے دل تڑپتے تھے دیدار یار کو
تشنہ لبوں کی پیاس بجھاتے چلے گئے

ان کے لبوں پہ پھر بھی دعاؤں کا دور تھا
طائف میں جو کہ زخم بھی کھاتے چلے گئے

زندہ خدا سے یوں بھی تعلق بڑھا گئے
مردہ بتوں سے جان چھڑاتے چلے گئے

اہل عرب پہ چادر الفت تنی گئی
حسن ازل میں پھر وہ سماتے چلے گئے

''بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم''
یہ عشق ہم بھی دل سے نبھاتے چلے گئے

مقتل سجے ہوئے ہیں ہمارے ہی خون سے
حب رسولؐ ہم جو کماتے چلے گئے

اطہر حفیظ فراز

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ .... مطبع: ضیاء الاسلام پریس .... مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ .... قیمت 5 روپے

مکرم حافظ نعمان احمد خان صاحب

حضرت اقدس مسیح موعود کا توکل علی اللہ

توکل کے لغوی معنی ہوتے ہیں۔ بھروسہ کرنا، اپنے کام کو کسی کے حوالہ کرنا، اپنے عجز کا اقرار کرنا اور کسی کو وکیل کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے رزق آنے کا اسے خیال بھی نہیں ہوگا اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے۔ وہ (اللہ) اس کے لئے کافی ہے۔ اللہ یقیناً اپنے مقصد کو پورا کر کے چھوڑتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر چھوڑا ہے۔''

(سورۃ طلاق آیت 4)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

''جو خدا کی طرف پورے طور پر آ گیا اور اعداء وغیرہ کسی کی پرواہ نہ کی۔ فَھُوَ حَسْبُہٗ تو پھر خدا تعالیٰ اس کے ساتھ پوری وفا کرتا ہے۔''

نیز فرماتے ہیں۔

''اصل میں توکل ہی ایسی چیز ہے کہ انسان کو کامیاب و بامراد بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ...... جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ سچے دل سے توکل کے اصل مفہوم کو سمجھ کر صدق دل سے قدم رکھنے والا ہو اور صبر کرنے والا اور مستقل مزاج ہو۔ مشکلات سے ڈر کر پیچھے نہ ہٹ جاوے۔''

اس طرح ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

''خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکل کرے میں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد چہارم صفحہ 207)

انبیاء کے مقام توکل کے متعلق حضرت اقدس فرماتے ہیں۔

''از آں جملہ ایک مقام توکل ہے۔ جس پر نہایت مضبوطی سے ان کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے غیر کو وہ چشمہ صافی ہرگز میسر نہیں آ سکتا بلکہ انہیں کے لئے وہ خوشگوار اور موافق کیا جاتا ہے اور نور معرفت ایسا ان کو تھامے رہتا ہے کہ وہ بسا اوقات طرح طرح کے بے سامانی میں ہو کر اور اسباب مادیہ سے بکلی اپنے تئیں دور پا کر پھر بھی ایسی بشاشت اور انشراح خاطر سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسی خوشحالی سے دنوں کو کاٹتے ہیں کہ گویا ان کے پاس ہزار ہا خزائن ہیں۔ ان کے چہروں پر تونگری کی تازگی نظر آتی ہے اور صاحب دولت ہونے کی مستقل مزاجی دکھائی دیتی ہے اور تنگیوں کی حالت میں بکمال کشادہ دلی اور یقین کامل اپنے مولیٰ کریم پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے تمام کاموں کا خدا متولی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس نے آپ ہی فرمایا وَھُوَ یَتَوَلَّی الصَّالحین لیکن دوسروں کو دنیاداری کے دل آزار اسباب میں چھوڑا جاتا ہے۔''

(براہین احمدیہ چہار حصص صفحہ 449)

اسی عظیم مقام توکل کے باعث کبھی تو وہ طوفانوں میں کشتیاں ڈالنے کو تو کبھی آگ میں کودنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ تو کبھی بے آب و گیاہ وادی میں اہل و عیال کو چھوڑ آتے ہیں اور پھر سب سے بڑھ کر توکل کا نظارہ ہمارے آقا و مولیٰ ہادی کامل حضرت محمد مصطفی ﷺ نے دکھایا کہ جب دشمن کے قدموں کی چاپ سن لینے اور پاؤں کو دیکھ لینے کے بعد اپنے ساتھی سے فرماتے ہیں۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔

حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ کے وعدوں پر ایسا ہی کامل ترین یقین تھا۔ اس کا عملی ثبوت مقدمہ اقدام قتل سے ملتا ہے۔ اس واقعہ کو مختصراً ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

1897ء میں حضرت اقدس کے سخت معاند اور دشمن ڈاکٹر مارٹن کلارک نے عبدالحمید نامی شخص کو لالچ اور خوف دلا کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ عدالت میں یہ بیان دے دے کہ مرزا غلام احمد نے مجھے امرتسر اس لئے بھیجا ہے تا میں ڈاکٹر مارٹن کلارک کو پتھر مار کر ہلاک کر دوں۔ عدالت نے مورخہ یکم اگست 1897ء حضرت اقدس کے نام وارنٹ گرفتاری جاری کر دیا۔ ادھر عیسائی حضرات اور مخالف مولوی ہر روز امرتسر سٹیشن اس امید سے جاتے کہ مرزا صاحب کے ہاتھ میں ہتھکڑی لگی ہوگی اور پولیس کی حراست میں گاڑی سے اتریں گے۔ مگر خدا کو تو کچھ اور ہی منظور تھا اور جس کی نسبت حضور کو پہلے ہی خبر دی جا چکی تھی۔ چنانچہ قانون کی رو سے کسی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو یہ اختیار ہی نہیں کہ وہ کسی دوسرے ضلع کے باشندے کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کر سکے۔ لہٰذا 10راگست کی صبح آپ اپنے خدام کے ہمراہ نہایت ہشاش بشاش بٹالہ پہنچے۔ گویا کہ آپ کو کسی قسم کی فکر ہی نہیں فرمایا۔

''ہمارے دوستوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں۔'' ذکر آیا ہے کہ عیسائیوں کے ساتھ آریہ بھی مل گئے ہیں اور مولوی محمد حسین بٹالوی بھی ان کے ساتھ ہیں۔ حضور نے فرمایا: ہمارے ساتھ خدا ہے جوان کے ساتھ نہیں۔ اللہ نے اپنے فیصلہ سے ہم کو واقف کر دیا ہے اور ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ وہی ہوگا۔ اگر ساری دنیا بھی اس مقدمہ میں ہمارے مخالف ہو تو مجھے ایک ذرہ کے برابر پرواہ نہیں اور اللہ کی بشارت کے بعد اس کا وہم کرنا بھی گناہ سمجھتا ہوں۔

(ملخص تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 625)

اسی طرح کی ایک اور روایت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا:

''مجھے خوب یاد ہے جس روز ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ صاحب قادیان میں حضرت کے مکان کی تلاشی کے لئے آئے تھے اور قبل از وقت اس کا کوئی پتہ اور خبر نہ تھی اور نہ ہو سکتی تھی اس کی صبح کو کہیں سے ہمارے میر صاحب نے سن لیا کہ آج (ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ) وارنٹ ہتھکڑی سمیت آوے گا۔ میر صاحب حواس باختہ سراز پا نشناختہ حضرت کو اس کی خبر کرنے دوڑے گئے اور غلبۂ رقت کی وجہ سے بصد مشکل اس ناگوار خبر کے منہ سے برقع اتارا۔ حضرت اس وقت نور القرآن لکھ رہے تھے اور بڑا ہی لطیف اور نازک مضمون درپیش تھا۔ سر اٹھا کر اور مسکرا کر فرمایا کہ:

''میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا ہی کرتے ہیں۔ ہم سمجھ لیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔''

پھر ذرا تامل کے بعد فرمایا:

''مگر ایسا نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی اپنی گورنمنٹ کے مصالح ہوتے ہیں وہ اپنے خلفائے مامورین کی ایسی رسوائی پسند نہیں کرتا۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 202)

یہ ہے وہ توکل جو مامورین کا خاصہ ہوا کرتا ہے۔ آپ خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے اپنی اس کیفیت کا اظہار یوں کرتے ہیں۔ فرمایا:

''دیکھو! میری روح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف پرواز کر رہی ہے۔ جیسا کہ ایک پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔ سو میں تیری قدرت کے نشان کا خواہش مند ہوں۔ لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی ذات کے لئے بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں۔

حضرت اقدس مسیح موعود کی حیات طیبہ توکل کے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے۔ لیکن یہاں صرف ایک معروف واقعہ درج کیا جا رہا ہے۔ یہ واقعہ تاریخ احمدیت میں مقدمہ کرم دین کے نام سے مرقوم ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح کہ مولوی کرم دین نے آپ پر ہتک عزت کا مقدمہ دائر کر دیا۔

اس مقدمہ میں آریہ مجسٹریٹ تو مخالف تھے ہی بعض مسلمان مجسٹریٹوں نے بھی مولوی کرم دین کا ساتھ دیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب جو حضرت اقدس مسیح موعود کے وکیل تھے لوگوں کی شرارتوں اور مجسٹریٹ کے تعصب آمیز رویہ کے باعث نہایت ناامید ہو گئے اور عرض کی کہ اس مقدمہ میں بظاہر بچنے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ مگر دیکھیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود کو اپنے خالق و مالک خدا پر کیسا کامل یقین اور توکل تھا۔ چہرے پر گھبراہٹ کا نام و نشان نہیں اور فرماتے ہیں۔

''خواجہ صاحب! کوئی خانہ خدا کے لئے بھی خالی چھوڑو اگر اسباب ہمارے موافق ہوں تو لوگ کہہ سکتے ہیں کہ اسباب موافق تھے اور ان کے مرید بڑے قانون دان تھے۔ اس لئے مقدمہ فتح ہو گیا۔ لطف تو جب ہی ہے کہ اسباب سب مخالف ہوں اور خدا اپنی جناب سے فضل کرے تو وہ امراز دیاد ایمان کا باعث ہوتا ہے۔''

اسی واقعہ میں آگے چل کر آریوں نے بھی مولوی کرم دین کے حق میں جلسہ منعقد کیا اور کہا یہ ہمارے لیڈر لیکھرام کے قاتل ہیں اور اب آپ کے ہاتھ میں شکار ہیں۔ حضور نے اس واقعہ کی تفصیل جاننے کے لئے حضرت مولانا سرور شاہ صاحب کو بلوایا۔ آپ بیان کرتے ہیں۔

''حضور چت لیٹے ہوئے تھے۔ اس وقت کمرے میں کوئی آدمی نہیں تھا۔ صرف دروازے پر میاں شادی خان کھڑے تھے۔ میں نے سارا واقعہ سنایا...... حضور خاموشی سے سنتے رہے۔ جب میں ''شکار'' کے لفظ پر پہنچا تو یکلخت حضرت صاحب اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ کی آنکھیں چمک اٹھیں اور چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا۔''

''میں اس کا شکار ہوں! میں شکار نہیں ہوں۔ میں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا۔ وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ ایسا کر کے تو دیکھے۔''

حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں۔

''یہ الفاظ کہتے ہوئے آپ کی آواز اتنی بلند ہو گئی کہ کمرے کے باہر بھی سب لوگ چونک اٹھے اور حیرت کے ساتھ ادھر متوجہ ہو گئے۔ مگر کمرے کے اندر میں کوئی نہ آیا۔ حضور نے کئی دفعہ خدا کے شیر کے الفاظ دوہرائے اور اس وقت آپ کی آنکھیں جو ہمیشہ جھکی ہوئی اور نیم بند رہتی تھیں۔ واقعی شیر کی آنکھوں کی طرح کھل کر شعلہ کی طرح چمکنے لگی تھیں اور چہرہ اتنا سرخ تھا کہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔''

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 283)

یہ چند واقعات تو آپ کی زندگی کی محض ایک جھلک ہیں ورنہ آپ کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات شمس بازغہ کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ آپ کو اپنے خدا پر وہی کامل توکل تھا جو نوح کو طوفان میں کشتی ڈالتے وقت اور ابراہیم کو آگ میں کودتے وقت تھا۔

خدا کرے کہ ہم توکل کے حقیقی مفہوم کو سمجھتے ہوئے صدق دل کے ساتھ اپنی استعدادوں سے کہیں بڑھ کر خدا پر بھروسہ کرنے والے ہوں۔ آمین

انسانی ہمدردی

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

چھٹی چیز جس کی ضرورت ہے وہ انسانی ہمدردی ہے۔ مسلمانوں میں اس کا مادہ بھی کم ہے۔ انسانی ہمدردی کے بغیر قربانی کا مادہ نہیں پیدا ہوتا۔ دیکھو یورپ کے عیسائی ہزاروں میل چل کر یہاں آتے ہیں اور کوڑھیوں کی خدمت کرتے ہیں۔ ہندوؤں میں بھی سیوا سمتی ہے۔ مگر (مومنوں) میں ایسی سوسائٹیاں نہیں۔ پس عام انسانی ہمدردی سے کام کرو۔ جب اس کی عادت ہو جائے گی تو عندالضرورت قوم کے لئے ہر قسم کی قربانی کر سکو گے۔

(مسلمانوں کی انفرادی اور قومی ذمہ داریاں۔ انوار العلوم جلد 10 ص 19)

مکرم قریشی محمد اسد اللہ صاحب کشمیری

صدقات جاریہ اور وقف کی اہمیت

مرنے کے بعد بھی انسان کو پہنچتا رہتا ہے۔

احادیث میں صدقات جاریہ کی بڑی اہمیت اور فضیلت وارد ہوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

’’ہر ایک عمل انسان کا جو اس کے مرنے کے بعد اس کے آثار دنیا میں قائم رہیں وہ اس کے واسطے موجب ثواب ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کا بیٹا ہو اور وہ اسے دین سکھلائے اور دین کا خادم بنائے تو یہ اس کے واسطے صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب اس کو ملتا رہے گا۔ اعمال نیت پر موقوف ہیں۔ ہر ایک عمل جو نیک نیتی کے ساتھ ایسے طور سے کیا جائے کہ اس کے بعد قائم رہے وہ اس کے واسطے صدقہ جاریہ ہے‘‘۔ (ملفوظات جلد پنجم ص190)

ابن ماجہ نے اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے شعب الایمان میں روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

ان نیکیوں اور عملوں میں سے جن کا ثواب مومن کو اس کے مرنے کے بعد پہنچتا رہتا ہے ایک وہ علم ہے جسے اس نے دنیا میں پھیلایا ہو اور نیک لڑکا ہے جسے اپنے بعد چھوڑ مرا ہو اور مصحف (قرآن یا کوئی دینی کتاب) جسے اپنے وارثوں کے لئے چھوڑا ہو اور مسجد ہے جسے تعمیر کیا ہو یا کوئی گھر جو مسافروں کے لئے بنایا ہو یا نہر ہے جسے جاری کیا ہو یا ایسا صدقہ ہو جسے اپنی صحت و حیات کے ایام میں دیا ہو جس کا ثواب اس کی موت کے بعد اسے پہنچتا رہے۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث سے صدقات جاریہ کی چھ مثالیں ثابت ہوتی ہیں۔ بعض دیگر احادیث سے مزید مثالیں بھی ملتی ہیں۔ چنانچہ بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے کہ

سات عمل ہیں جن کا اجر بندے کو اس کی موت کے بعد جاری رہتا ہے جبکہ وہ قبر میں ہوتا ہے۔ جس نے علم سیکھا اور سکھایا یا نہر جاری کی یا کوئی کنواں کھود کو وقف کر دیا یا کوئی درخت لگایا یا کوئی مسجد بنائی یا کوئی مصحف وارثوں کے لئے چھوڑ مرا یا ایسا لڑکا چھوڑ مرا جو اس کی موت کے بعد اس کے لئے بخشش مانگتا رہے اور دعا کرتے رہے۔

(زرقانی جلد5 ص408)

بعض دیگر احادیث سے صدقات جاریہ کی مزید مثالیں ملتی ہیں۔ چنانچہ ابن عساکر نے ابی سعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جس نے اللہ کی کتاب میں سے کوئی آیت یا علم کا کوئی حصہ سکھایا اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کا اجر بڑھاتا رہے گا۔

ایک اور حدیث احمد اور طبرانی نے ابن امامہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

یعنی چار عمل ہیں کہ جن کا اجر مرنے کے بعد جاری رہتا ہے۔ جو شخص دشمن کے مقابلہ میں سرحد پر اللہ کے راستہ میں مرجائے وغیرہ۔ (الحدیث)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کوئی کھیتی بوئے اور اس میں سے ہر انسان یا پرندہ یا مویشی کھاتا رہے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

(متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ)

سعد بن عبادہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا یا رسولؐ اللہ! میری والدہ وفات پا گئی تو کونسا صدقہ افضل ہے جو میں اس کی طرف سے کروں۔ آپ نے فرمایا پانی۔ اس کے بعد انہوں نے ایک کنواں کھودا اور اسے وقف کر دیا۔

(ابوداؤد۔ نسائی)

جریرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اسلام میں سنت حسنہ جاری کی اس کے لئے اس کا اجر ہے اور اس شخص کا اجر بھی جو اس پر اس کے بعد عمل کرتا رہے بغیر اس کے کہ کسی کا اجر کم ہو جائے اسی طرح جس نے سنت سیئہ (بری سنت) جاری کی تو اس کے لئے اس کا وبال ہوگا اور اس شخص کا وبال بھی جو اس پر اس کے بعد عمل کرتا رہے بغیر اس کے کہ کسی کا وبال ان میں سے کم ہو جائے۔

وقف اولاد

ان احادیث سے جن اوقاف جاریہ کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے ان میں نیک اولاد شامل ہے۔ نیک اولاد اصل وہی ہے جو خادم دین اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہو۔

پس جس شخص کے کئی بیٹے ہوں اس کے لئے اس میں بڑی آسانی ہے کہ وہ وقف جاریہ کے طور پر کم سے کم اپنے کسی بیٹے کو علم دین سکھا کر خادم دین بنائے اور اسے وقف کرے وہ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے لئے ثواب و دعا کا موجب ہوگا۔ اس زمانہ میں صرف جماعت احمدیہ میں وقف جاریہ کی تحریک جاری ہے۔ احباب جماعت کے لئے بہترین موقع ہے کہ وہ بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیں۔ یہ موقع سینکڑوں سالوں کے بعد میسر آیا ہے۔ اب خدا کے فضل سے وقف جاریہ کا قدیم سلسلہ جو معطل ہو گیا تھا پھر نظام خلافت کے تحت جاری ہو گیا ہے اور خدمت دین اور اشاعت دین کا زریں موقع پھر سے صدہا سال کے بعد ہاتھ آ گیا ہے جس پر خدا کا بے انتہا شکر کرنا چاہئے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آج سے قریباً چار ہزار سال قبل اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو خدمت دین کے لئے وقف کر دیا تھا اور اسے مکہ کے ریگستانوں اور غیر آباد وادی میں بسایا تھا جہاں آبادی اور زندگی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ گویا بظاہر ان حالات میں اسے ذبح ہی کر دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اس غیر آباد ریگستان کو آباد کیا بلکہ دنیا بھر میں مقدس ترین بستی بنایا جہاں دنیا بھر کے لوگ زیارت اور حج کے لئے پہنچتے اور دعائیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کو گویا ہمیشہ کی زندگی عطا فرمائی اور ایسی ابدی زندگی کہ اب وہ ابدالآباد تک زندہ ہے اور قوموں میں اس کی یادگار منائی جاتی ہے۔ صدہا سال بعد اسی اسماعیل (ذبیح اللہ) کی نسل سے اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا جن کے ذریعہ حضرت اسماعیل جیسے سینکڑوں واقفین زندگی پیدا ہوئے جنہوں نے خدا کے دین کی خدمت کی اور اشاعت دین میں زندگیاں گزاریں جن کے ذریعہ دین اطراف و اکناف عالم میں پہنچا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو قادیان دارالامان سے مبعوث فرمایا جنہوں نے اپنی پوری زندگی خدمت دین کے لئے وقف کی اور جن کے ذریعہ ایک ایسی جماعت تیار ہو گئی ہے جن میں سے سینکڑوں واقفین زندگی تیار ہو رہے ہیں جن کے ذریعہ اب پھر اطراف و اکناف عالم میں دعوت الی اللہ اور اشاعت دین کے لئے منظّم کام ہو رہا ہے اور وہ وقت قریب آ رہا ہے جب دین حق تمام دینوں پر غالب آ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم الشان کام میں اپنا اپنا حصہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل 4 مئی 1967ء)

☆............☆............☆

ش۔اسد

میری والدہ۔ سعیدہ بیگم صاحبہ کا ذکر خیر

میری والدہ مکرمہ سعیدہ بیگم صاحبہ لاہور میں ایک سید گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ جب وہ تقریباً 6 سال کی تھیں کہ ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ 3 بڑے بھائیوں کے ساتھ اکیلی رہ گئیں۔ تایا ابو مکرم قاضی عطاء اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر تھے۔ جب امی آٹھویں میں تھیں تو ابی مرحوم مسعود احمد خان کے ساتھ ان کی شادی ہو گئی اور وہ لاہور سے گجرات بیاہ کر آ گئیں۔ جہاں مکمل گاؤں کا ماحول تھا۔ ابی جان پٹھان فیملی سے تھے اور کوئٹہ ریلوے میں ڈاکٹر تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد امی کوئٹہ چلی گئیں اور پھر لاہور تبادلہ ہو گیا۔ جب ہم پڑھنے والے ہوئے تو ربوہ آ گئے ابی کے ایک چچا احمدی ہوئے تھے ان سے لے کر کتابیں پڑھ کر ابی بھی احمدی ہوئے تھے۔ دادی کے ساتھ کوئٹہ اور لاہور امی نے بڑی آزمائش کا وقت گزارا امی نے پیسے جمع کر کے کانوں کے کانٹے بنوائے جب وہ پہلی بار ہی پہن کر جمعہ پڑھنے گئیں۔ تو امیر جماعت نے بیت الذکر کے لئے چندہ کی تحریک کی۔ تو امی نے باجی رفعت جو اس وقت چھوٹی سی تھیں ان کے ہاتھ ابی سے مشورہ کئے بغیر رومال میں باندھ کر کانٹے مردانے میں بھجوا دیئے۔

میں نے امی کو نماز اپنے وقت پر ادا کرتے دیکھا۔ روزانہ تہجد ان کا معمول تھا۔ سرہانے الفضل مصباح اور دینی معلومات کے علاوہ خوابوں کی تعبیر کی کتاب ہوتی۔ امی کی شخصیت ایسی تھی کہ سارا دن ہمارے گھر عورتیں آ کر اپنے مسائل بتاتیں اور امی سے مفید مشورہ حاصل کرتیں۔ امی کے ہونٹوں پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی اور صبر اور حوصلہ کی انمول مثال تھیں۔ رمضان میں 4 دفعہ قرآن پاک ختم کرتیں۔ روزے رکھتی اور افطار کرواتیں۔ جمعہ کا خطبہ بیت الذکر میں اکٹھے ہو کر سنا جاتا تو امی سر شام کولر میں برف ڈال کر پورے اہتمام کے ساتھ بیت الذکر جاتیں۔ جماعت احمدیہ سے اتنا لگاؤ تھا کہ 1974ء میں ابی جان جماعت سے الگ ہو گئے۔ مجھے کہا اپنی امی کو کہو بادشاہی مسجد لاہور جا کر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے۔ ورنہ **حکومت نے چن چن کر احمدی مار دینے ہیں۔ امی نے جواب دیا کہ موت تو آ کر رہنی ہے۔ میں احمدی ہوں اور احمدی ہی مروں گی۔** یہ خلافت ثالثہ کا دور تھا ابی خلافت رابعہ کے دور میں پھر معافی مانگ کر احمدی ہو گئے۔ ابی نے خرچہ بند کر دیا تھا۔ ربوہ کے حالات بہت خراب تھے مگر تن تنہا امی اور چھوٹے چھوٹے پانچ بچوں کا ساتھ مگر امی کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی وہ اپنے لئے خلیفہ وقت اور جماعت کے لئے راتوں کو رو رو کر دعائیں مانگتیں۔ کڑھی یا ساگ بناتیں تو سارے رشتہ داروں اور محلے میں ضرور بھجواتیں۔ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے لئے خصوصی تیاری کرتیں۔ پردہ کی بہت پابند تھیں۔ گروپ لیڈر تھیں تو ایمانداری سے اپنا کام کرتیں اور اجلاس پر باقاعدگی کے ساتھ جاتیں۔ ہم سب بہن بھائیوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتیں۔ اپنے غموں کو چھپا کر رکھتی تھیں۔ بس صبر کرتیں۔ جمعہ باقاعدہ پڑھتیں اور کھڑے ہو کر ڈیوٹی دیتیں۔ **ان کے سسر غیر احمدی تھے مگر ہر جلسہ پر آ کر امی کے پاس ٹھہرتے اور امی ان کی خدمت کرتیں۔**

امی بڑی خاموشی کے ساتھ جمعہ کے روز عصر کی نماز کے وقت وضو کر کے بیٹھی تھیں کہ اچانک گر گئیں اور خدا کے پاس چلی گئیں۔ کوئی بیماری یا تکلیف نہیں ہوئی۔ ان کی عمر 59 سال تھی۔ 27 فروری 1998ء کو وہ ہم سے جدا ہو گئیں۔ اے ماں تیری عظمت کو سلام۔ خدا تجھ سے ہمیشہ مغفرت کا سلوک کرے۔ آمین

مکرمہ ڈاکٹر شمیم ملک صاحبہ

سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے 20

اُردو زبان کا ارتقاء

اردوئے معلّٰی سے آسان اردو تک

قسط اول

اُردو بڑی لطیف اور میٹھی زبان ہے۔ فارسی، عربی، ہندی اور انگریزی کے الفاظ کی آمیزش سے اس زبان میں خوش گوار چاشنی اور دلکشی پیدا ہوگئی ہے اس میں شک نہیں کہ اردو مختلف قوموں اور بولیوں کے باہمی میل جول سے وجود میں آئی ہے۔ اس زبان کے لئے کسی خاص علاقے یا خطے کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی کہ یہ یہاں تک محدود ہے لیکن اس وقت یہ پاکستان کی قومی اور ملکی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے ممالک میں بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

برعظیم میں مسلمانوں کی آمد اور یہاں کے باشندوں کے ساتھ ان کے میل جول سے اس زبان کا آغاز ہوا۔ مسلمان فاتحین آئے ان کی حکومت قائم ہوگئی تو سماجی تقاضوں سے ایک نئی زبان ظہور پذیر ہوئی۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب ایک گروہ دوسری جگہ ہجرت کرتا ہے تو زبان میں تغیر کا عمل جاری ہوجاتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد سے ان کے فکر، تمدن، عقائد اور تصورات کی گہری چھاپ یہاں کی بولیوں پر پڑی اور یوں اُردو زبان کی ترقی کا آغاز ہوا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ قبل ازیں اُردو زبان موجود نہ تھی بلکہ اس کا وجود تو تھا لیکن مکمل نہ تھا۔ مسلمانوں نے اس کے ڈھانچے پر غیر شعوری طور پر اثر ڈالا اور اسے ایک راستے پر چلایا جس سے اُردو زبان وادب تخلیق ہوا۔

برعظیم پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد کو تین زاویوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ دکن، سندھ اور پنجاب۔

دکن میں مسلمانوں کی آمد

بعض مصنفین نے کہا ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے عربوں کے تعلقات اہل دکن کے ساتھ تھے۔ جنہوں نے بعد میں اسلام کی تبلیغ کی چنانچہ اردو کا آغاز سب سے پہلے دکن میں ہوا۔ جبکہ سندھ میں آنے سے قبل اسلام لانے سے پہلے عربوں کے تجارتی تعلقات ایشیا کے مختلف ممالک دکن اور جنوبی ہند کے ساحلی علاقوں سے لے کر انڈونیشیا اور مشرق بعید کے ساتھ تھے۔ اسی بنیاد پر معلوم ہوتا ہے کہ عرب کچھ عرصے کے لئے دکن میں قیام کرتے ہوں گے اور دکن کے لوگوں کو متاثر بھی کیا ہوگا۔ لیکن اس نظریے کو مختلف وجوہات کی بنا پر مسترد کیا جاسکتا ہے۔ ان عربوں کے جنوبی ہند کے لوگوں سے تعلقات تو تھے لیکن یہ تعلقات سماجی نہیں بلکہ تجارتی تھے۔ ان تجارتی روابط کو کسی زبان کی ضرورت تھی وہ ایک دوسرے کو سمجھانے کے لئے کچھ الفاظ کا اظہار کرتے ہوں گے۔ دوسری بات جو سب سے اہم ہے کہ اردو کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ یہ آریائی زبان ہے اور آریائی خاندانوں سے وابستہ ہے اس کے برعکس دکنی زبانیں سالکی اور دراوڑی وغیرہ ہیں۔ اُردو زبان آریائی زبان ہے اس لئے یہ نظریہ رد ہوجاتا ہے۔ اس طرح اسلامی عقائد ضرور آئے مگر دکن میں اُردو کا آغاز نہیں ہوا۔ اگر دو قوموں کا ملاپ ہوتا تو ممکن ہے کوئی زبان بن جاتی زبان کے بارے میں تجارتی اثرات کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہے۔

سندھ میں مسلمان

سندھ میں مسلمان محمد بن قاسم کے ساتھ 712ء میں آئے تو سندھ سے لے کر ملتان تک کا علاقہ فتح کیا۔ ویسے سب سے پہلے 15ھ میں عثمان بن عاص الثقفی نے پہلی مرتبہ ساحل سندھ پر قدم رکھا لیکن مسلمانوں کی فتح کا سہرا اسلام کے قابل قدر جرنیل محمد بن قاسم کے سر ہے جس نے سندھ میں اسلامی حکومت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس وقت اسماعیلی بھی برسراقتدار تھے مرکز کے انقلابات کا گہرا اثر فاتحین سندھ پر بھی پڑا۔ محمد بن قاسم کے واپس چلے جانے کے بعد اسلامی حکومت کو بھی زوال آگیا۔ مسلمانوں کی زبان اور تہذیب و معاشرت کا اثر سندھ پر پڑا۔ بعض مؤرخین نے سندھی زبان میں عربی الفاظ کا ذکر کیا ہے جو کہ موجودہ سندھی زبان میں اب بھی رائج ہیں۔ جیسے سندھی میں پہاڑ کو جبل اور پیاز کو بصل کہتے ہیں۔ لیکن یہ خیال زیادہ موزوں نہیں کیونکہ عربوں کے اثرات سندھی زبان پر تو پڑے ہوں گے اُردو پر نہیں۔ موجودہ اُردو پر عربی کے جو اثرات ہیں وہ براہ راست عربی سے نہیں آئے بلکہ فارسی کی وساطت سے آئے ہیں۔ ایسا اُس وقت ہوا جب ترکی اور فارسی بولنے والے مسلمان یہاں آئے۔ بعض لوگوں مثلاً سید سلیمان ندوی وغیرہ نے سندھ کی وادی کو اُردو کا گہوارہ قرار دیا ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں۔ سندھ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے ملاپ سے کوئی نئی زبان پیدا نہیں ہوئی۔ سندھ میں اسلامی دور بہت مختصر رہا ہے موجودہ عربی کے اثرات فارسی سے آئے۔ غلام محی الدین قادری زور کہتے ہیں کہ سندھ میں ایک زبان ضرور ارتقاء پاتی رہی مگر وہ اُردو نہ تھی۔ یہ اس زبان کی قدیم شکل تھی جو آج سندھی کہلاتی ہے۔

پنجاب میں مسلمان

پنجاب میں مسلمان دسویں اور گیارھویں صدی عیسوی میں آئے۔ 1025ء میں سلطان محمود غزنوی نے برصغیر پاک و ہند پر سترہ حملے کئے۔ سومنات کے مندر (بمبئی) تک پہنچے اور اسے فتح کیا۔ اس دوران میں فارسی اور ترکی زبان ہندوستانی زبان پر برابر اثر انداز ہوتی رہی 1030ء میں شہاب الدین غوری حملہ آور ہوا تو اس وقت ہندوستان پر پرتھوی راج حکومت کرتا تھا۔ اس کے ایک درباری شاعر چندر بردے نے ایک کتاب لکھی تھی وہ راج راسو بھاشا زبان میں لکھی اس میں عربی فارسی کے بہت سے الفاظ استعمال کئے گئے۔

شہاب الدین غوری کے بعد قطب الدین ایبک نے اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تو فارسی کو فاتحانہ حیثیت حاصل ہوگئی۔ اس وقت سے مسلمانوں اور ہندوؤں میں میل جول شروع ہوا یوں فارسی، عربی ترکی کے الفاظ یہاں کی پراکرتوں میں شامل ہوگئے۔ اس سے نہ صرف فارسی اور ہندی ایک دوسرے سے متاثر ہوئیں بلکہ ایک نئی زبان ظہور میں آئی۔ مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو ان کے ساتھ صوفیاء علماء وغیرہ بھی آنے شروع ہوگئے۔ غوریوں اور غزنویوں کی یہ حکومت 1192ء تک رہی یہ زمانہ تقریباً پونے دوسو سال تک رہا۔

لاہور کے بعد جب دہلی دارالحکومت بنا تو پنجاب کے باشندوں کے ساتھ ان کی زبان بھی دہلی پہنچی اور ترقی کے راستے پر گامزن ہوئی۔ جوں جوں مسلمان فتوحات کرتے گئے۔ یہ زبان بھی ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلتی گئی۔ دہلی سے مسلمان بنگال، دکن اور گجرات کی طرف گئے تو یہ زبان جو کہ ارتقائی منازل طے کر رہی تھی ان کے ساتھ وہاں گئی۔ دکن میں یہ زبان سب سے زیادہ اس وقت پھیلی جب محمد تغلق نے دیوگری کو دارالخلافہ بنا کر اس کا نام دولت آباد رکھا۔ اسی دور میں حسن نے بہمنی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس خاندان نے اُردو کے ابتدائی دور میں بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔

مولانا محمد حسین آزاد نے آب حیات میں لکھا ہے کہ ''اُردو زبان برج بھاشا سے نکلی ہے اور برج بھاشا خاص ہندوستانی زبان ہے'' لیکن جہاں تک اُردو زبان کا تعلق ہے یہ برج بھاشا سے نہیں نکلی۔ برج بھاشا اس علاقے کی زبان ہے جو متھرا، آگرا گوالیار، بریلی اور شمالی علاقے وغیرہ میں بولی جاتی تھی۔ پنجاب کی وہ زبانیں جن کا اُردو کے ساتھ تعلق ہے یہ سب زبانیں وہ ہیں۔ جن کا ماخذ ایک ہے۔ ان کی ماں شورسینی اپ بھرنش ہے۔ ایک ہی ماں کی بیٹیاں ہونے کی حیثیت سے مولانا آزاد کے کہنے کے مطابق اس کا تعلق ماں بیٹیوں کا نہیں ہوسکتا بلکہ برج بھاشا کے ساتھ اُردو کا تعلق بہنوں بہنوں کا ہے۔ جس شاخ سے اُردو نکلی ہے اس سے برج بھاشا نکلی ہے۔ اس طرح آزاد کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے۔ برج بھاشا اور اُردو دراصل ہم عصر ہیں۔

حافظ محمود شیرانی صاحب کہتے ہیں: ''برج بھاشا اور اُردو کی ساخت میں جو اہم اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ اگر ہم اُردو میں اپنا کہیں گے تو برج بھاشا میں ومجھول لگا کر اپنوں کہیں گے۔ چلا سے چلیو میرا سے میرو۔ اُردو کے ادبی ارتقاء میں یقیناً برج بھاشا نے اہم حصہ لیا ہے اس لحاظ سے اس کے ادبی اثرات کو بھاشا نے بہت قبول کیا ہے۔ دوسری اہم بولی کھڑی بولی ہے یہ بولی دلی کے نواح میرٹھ، مظفر نگر اور سہارن پور کے علاقہ کی عوامی بولی ہے۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان نے اُردو کی ابتداء کھڑی بولی سے بتائی ہے۔ انہوں نے یہ نظریہ پیش کرتے ہوئے سترھویں صدی عیسوی میں کھڑی بولی کا آغاز بتایا۔ اس طرح سترھویں صدی سے پہلے کا ادب جو کہ دکن میں تصنیف ہوا اس کو ڈاکٹر صاحب نے نظر انداز کر دیا ہے۔ دکنی ادب میں کھڑی بولی کے اثرات بہت کم ہیں۔ اُردو کھڑی بولی سے نہیں نکلی۔ جدید ہند آریائی زبانوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کھڑی بولی شورسینی اپ بھرنش کی شاخ ہے اور اس نے دکن میں اُردو ادب پر اثرات ڈالے۔ پرانے ادب کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ لہجہ اور بولی کے لحاظ سے اُردو پنجابی کے بہت قریب ہے اس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کھڑی بولی سے اُردو ادب پیدا نہیں ہوا بلکہ شاہجہان کے عہد میں جب ادبی صورت اختیار ہوئی ہوگی تو کھڑی بولی کے اثرات اُردو ادب پر ضرور پڑے ہوں گے۔ برج بھاشا کی طرح اس بولی کا اثر بھی اُردو ادب پر پڑا ہوگا۔ جب شمالی ہندوستان میں اُردو کو ادبی مقاصد کے لئے اختیار کیا جانے لگا اور مسلمانوں نے آگرے کی بجائے دلی کو دارالخلافہ بنایا تو کھڑی بولی کا تعلق اُردو سے ہوا۔ جب دہلی دارالسلطنت ہوا تو یہ اثر اور آگے بڑھا۔ فارسی بولنے والے مسلمانوں نے پہلے پہل پنجاب میں سکونت اختیار کی اور یقیناً انہوں نے پنجابی بولی اختیار کی ہوگی۔ جیسے امیر خسرو نے لاہوری اور ابوالفضل نے ملتانی کہا ہے اور جب وہ لوگ دہلی کی طرف گئے تو

انہیں پنجابی سے کسی قدر ملتی جلتی نئی بولیوں سے سابقہ پڑا۔

ڈاکٹر محی الدین زور نے کہا ہے کہ ابتداء میں پنجابی اور کھڑی بولی میں صرف تدریجی فرق رہا ہوگا۔ بعد میں ایک بولی پنجابی بن گئی دوسری کھڑی بولی۔اس لئے یہ کہنا درست ہوگا کہ اُردو نہ تو پنجابی سے مشتق ہے اور نہ کھڑی بولی سے بلکہ اس زبان سے جو ان دونوں کا مشترکہ سرچشمہ تھی یہی وجہ ہے کہ اُردو میں دونوں عناصر پائے جاتے ہیں چونکہ دہلی مدتوں صدر مقام رہا اس لئے اُردو کا تعلق کھڑی بولی سے زیادہ رہا۔

حافظ محمود شیرانی نے اردو زبان کا تعلق پنجابی سے قائم کیا ہے ان کے خیال میں پنجابی کے صرف و نحو کا اسلوب بڑی حد تک ایک ہی ہے۔ مصدر کا قاعدہ دونوں زبانوں میں ایک ہے تذکیر و تانیث کے قواعد بھی دونوں زبانوں میں ایک ہی ہیں۔ حافظ صاحب نے بہت سی مثالوں سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔اُردو اور پنجابی زبان کا دہلی کی زبان پر گہرا اثر بھی ثابت کیا ہے۔ مثلاً اُردو میں کھانڈ اور پنجابی میں کھنڈ کہتے ہیں اسی طرح اُردو میں بھانڈ اور پنجابی میں بھنڈ کہتے ہیں۔اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں دی ہیں۔ پنجابی اردو کی مماثلت بتائی ہے۔حافظ صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ اردو اور پنجابی دراصل بنیادی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ بہت زیادہ مربوط ہیں اور ان زبانوں میں بہت ہی کم فرق ہے پنجابی الفاظ بہت تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اردو زبان میں مروج ہیں۔

ہندو مسلمانوں کے ربط وضبط اور روزانہ مراسم نے جنوبی ہند میں بھی ایک زبان کی بنیاد ڈالی جسے آج دکھنی کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔جب دکن کا کچھ حصہ فتح ہو کر سلطنت دہلی میں شامل ہوا تو یہاں بھی آپس کے میل جول سے وہی نتیجہ رونما ہوا جو شمالی ہند میں ہوا تھا۔اس کے بعد جب محمد تغلق نے دولت آباد کو اپنا پایہ تخت قرار دیا تو اس میں اور ترقی ہوئی۔

مسلمانوں کی آمد سے ہندوستانی پراکرتوں میں بہت سے الفاظ عربی فارسی اور ترکی کے شامل ہوتے گئے تو ایک نئی زبان معرض وجود میں آنے لگی اس زبان کو ہندوی یا ہندی کا خطاب دیا گیا۔ پھر اس نے ریختہ کا نام اختیار کیا۔اس کے بعد اسی زبان کو اردوئے معلّیٰ کا نام دیا گیا۔کثرت استعمال سے اردوئے معلّیٰ آخر میں صرف اردو رہ گیا۔

اردوئے معلّیٰ کے نام سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی کہ یہ کوئی لشکری بولی ہے کیونکہ ترکی زبان میں اردو لشکر کو کہتے ہیں۔بعض لوگوں نے اسے شاہجہان کے دربار سے منسوب کیا۔میرامن نے باغ و بہار کے دیباچے میں لکھا ہے جب اکبر شاہی تخت پر بیٹھتے ہیں تو ایک زبان اردو مقرر ہوتی ہے۔چنانچہ اردو کی ابتداء اکبر کے دربار سے وابستہ ہوگئی۔

سرسید نے کہا ہے کہ جب شاہجہان سریر آراء ہند ہوا اور امور سلطنت کی لگام کو بدست خود تھاما تو خود بخود ایک نئی زبان نے جنم لیا جس کو اردو کہتے ہیں۔امام بخش صہبائی کہتے ہیں کہ جو بولی شاہجہان کے زمانے میں رائج ہوئی اس کا نام اردو قرار دیا گیا۔مولانا محمد حسین آزاد کا قول ہے ’’رفتہ رفتہ شاہجہان کے زمانے میں......اس بولی کا نام اردو ہوگیا۔

ابتداء میں اردو صرف ایک بولی تھی اس کی کوئی ادبی یا علمی حیثیت نہ تھی۔مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی تھی فارسی اور ترکی عام بول چال کی زبان تھی۔اس لئے سرکاری اور عدالتی زبان بھی فارسی ہی تھی اسی وجہ سے ہندو مسلم سب فارسی لکھتے اور پڑھتے۔یہی شعر و ادب کی زبان تھی۔

اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام نے بہت حصہ لیا۔مسلمان درویشوں نے ہندوستان کے پُرخطر اور دشوار گزار راستوں سربفلک پہاڑوں اور لق ودق بیابانوں کو طے کر کے اسلام کا پیغام پہنچایا۔ جتنی خدمت ان لوگوں نے اردو زبان کی کی اور کسی نے نہیں کی۔انہوں نے اس خطے کی زبان سیکھ کر اپنے عقائد اور خیالات کو عوام تک پہنچایا باوجود عالم فاضل ہونے کے خواص کو چھوڑ کر عوام سے ان ہی کی بولی میں بات چیت کی اور تعلیم کی تلقین کی۔ ان اولیاء کو اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کی ضرورت تھی۔اس لئے انہوں نے مناسب سمجھا کہ ہندوستان کی مقامی زبان کو صفحہ قرطاس پر لایا جائے ان اولیاء میں شیخ فرید الدین شکر گنج ہیں۔آپ فارسی ہندی اور پنجابی کے بہترین شاعر تھے۔آپ اردو میں بات چیت کر لیتے تھے۔ان کی بیاض میں سے اس قسم کی نظم کے اشعار ملے ہیں۔

تن دھونے سے دل جو ہوتا پوک
پیش رو اصفیا کے ہونے غوک
خاک لانے سے گر خدا پائیں
گائے بیلاں بھی واصلاں ہو جائیں

امیر خسرو سلسلہ چشتیہ میں صاحب کمال بزرگ گزرے ہیں۔آپ سماع کے بہت شائق تھے آپ نے فارسی اور ہندی موسیقی کو ملایا۔ان کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

روبالا تھا جب حسب کو بھایا
بڑا ہوا کچھ کام نہ آیا!!!
خسرو کہہ دیا اس ناؤں
بوجھے نہیں تو چھوڑو گاؤں

کبیر کی زبان اردو سے بہت ملتی جلتی ہے فارسی محاورے بھی نہیں ان کے کلام میں سادگی وسلاست تاثیر وصفائی اور جدت ہے انہوں نے قافیہ وردیف کی پابندی کی ہے۔ان کی ایک نظم کا عنوان ہے۔’’مسلمان جولاہا ایک‘‘

دنیا نہیں یہ دیس بیگانہ ہے،
یہ سنسار کاغذ کی پڑیا ہے
بوند پڑے گھل جانا ہے۔
حلق سب دین کا سپنا
سمجھ من کوئی نہیں اپنا

اسی طرح اور بھی بہت صوفیاء کا کلام ملتا ہے مثلاً شیخ شرف الدین احمد یحییٰ، شیخ بہاؤالدین باجن، شیخ عبدالقدوس شاہ علی محمد جیوگا دینی گجراتی، شیخ خوب محمد چشتی، احمد دکنی شیخ عثمان، شیخ بہاؤالدین برناوی خاتم التارکین، مولانا محمد افضل جھجانوی، محبوب عالم وغیرہ بزرگوں نے اردو کے آغاز میں ادبی زبان بنانے میں نمایاں کام کیا۔ اشرف جہانگیر صوفی بزرگ تھے انہوں نے تصوف کے بعض مسائل پر ایک رسالہ لکھا اسے اردو نثر کی سب سے قدیم تصنیف کہا جاتا ہے۔ان بزرگوں درویشوں کی اردو زبان کی سرپرستی سے اردو زبان بولی کی حد سے نکل کر ادبی زبان بننا شروع ہوگئی۔

علاؤالدین خلجی کے عہد میں ملک کافور نے دکن پر حملہ کیا تو اسلامی تہذیب کے اثرات اور مسلمانوں کی زبان دکن پہنچی۔محمد تغلق کے عہد میں دارالخلافہ کی تبدیلی سے صوفیوں اور عالموں کو دکن بھیجا گیا تا کہ وہ اپنا پیغام دور دراز کے علاقوں تک پہنچا سکیں۔اس طرح اردو کی قدیمی شکل دکن میں پہنچی۔ اس دور میں ایک اہم واقعہ رونما ہوا۔ دکن میں بہمنی سلطنت 1347ء میں قائم ہوگئی۔فارسی کی بجائے دکن زبان جو کہ اردو کی قدیم شکل تھی کو سرکاری اور عدالتی زبان قرار دیا۔ درویش اور بزرگ تو پہلے ہی یہ زبان اختیار کر چکے تھے اب اس نے عوامی اور سرکاری زبان کا روپ اختیار کر کے ترقی کی رفتار تیز کر دی۔سلاطین بہمنیہ نے اس زبان کی خاص طور پر سرپرستی کی اسی وجہ سے بہت جلد تصنیف وتالیف کی زبان بن گئی۔ چونکہ ہر شخص اسے سمجھتا تھا اس لئے صوفیائے کرام نے بھی تبلیغ کے لئے اس کو ذریعہ اظہار بنایا۔اس سلسلے میں سب سے پہلے شیخ عین الدین گنج العلم کا نام ملتا ہے جنہوں نے کثیر تعداد میں فارسی کتابیں تصنیف کیں۔ انہوں نے دکنی اردو میں بھی چند رسالے مسائل شرعیہ سے متعلق تصنیف کئے۔خواجہ بندہ نواز گیسو دراز نے معراج العاشقین لکھی یہ اردو کی سب سے پہلی کتاب ہے جو کہ دستیاب ہے۔بہمنی عہد میں نظامی نے ایک مثنوی لکھی یہ مثنوی رتن پدم کدم راؤ کے نام سے مشہور ہوئی اور یہ اردو کی پہلی مثنوی ہے دکن میں دو اور شاعر فیروز اور محمود بھی تھے ان شاعروں نے بھی اردو میں شاعری کی لیکن ان کا کلام زیادہ نہیں ملتا۔سلطنت بہمنیہ کے خاتمہ کے بعد دکن میں پانچ چھوٹی ریاستیں قائم ہوگئیں۔جن میں گولکنڈہ اور بیجاپور کی ریاستوں نے اردو زبان کی شاعری اور ادب کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔گولکنڈہ کے سلاطین جو قطب شاہی کہلاتے تھے خود شاعر اور شاعروں کے سرپرست تھے۔سلطان محمد قلی قطب شاہ اردو فارسی اور تلنگی میں شعر کہتے تھے۔اردو میں قطب شاہ تخلص کرتے تھے۔ان کا کلیات جو کہ اردو کا پہلا کلیات ہے اس میں غزلیں مثنویاں قطعے رباعیاں سب کچھ ہے۔ مناظر قدرت اور مظاہر فطرت پر اعلیٰ درجے کی نظمیں موجود ہیں۔ پھلوں پھولوں باغوں میووں اور ترکاریوں پر نظمیں لکھی گئیں۔تہواروں تقریبوں اور موسموں پر بھی نظمیں موجود ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک قادرالکلام شاعر تھے اور آج سے ساڑھے تین سو سال پہلے اردو شاعری کس درجے پر تھی۔اردو شاعری کا باقاعدہ دور دکنی دور کہلاتا ہے۔اس میں نصرتی غواصی فائز ابن نشاطی طبعی رستمی وغیرہ شاعر ہوئے ہیں۔انہوں نے غزلیں ،مثنویاں اور قصیدے وغیرہ لکھے۔اس زمانے میں عام طور پر مثنوی لکھنے کا رواج تھا۔ولی نے اردو شاعری کو ترقی دی اور غزل کی بنیادیں مضبوط کیں۔ولؔی کو اردو شاعری کا باوا آدم کہا جاتا رہا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اردو کے پہلے شاعر نہیں ہیں لیکن یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ وہ پہلے استاد ہیں جنہوں نے فارسی غزل کے مقابلے میں اردو غزل کی اہمیت پر زور دیا اور شمالی ہند کے شاعروں کو نیا راستہ دکھایا اور اردو شاعری میں ایک نیا مقام پیدا کیا۔

دکن میں سلطنت کی تبدیلیوں کے ساتھ زبان بھی متاثر ہوتی گئی۔ابراہیم عادل شاہ نے شعر و ادب کی تخلیق کا ایک باقاعدہ سلسلہ شروع کیا اردو زبان دکن میں عام ہوگئی۔میراں جی شمس العشاق، برہان الدین جانم اور امین الدین نے تصوف کے موضوعات پر بعض رسائل اردو زبان میں لکھے۔ گولکنڈہ میں اردو نثر کی ترقی وترویج کے سلسلے میں عبداللہ قطب شاہ کا نام بہت اہم ہے اس دور میں ایک کتاب ’’سب رس‘‘ کے نام سے لکھی گئی اور یہیں سے اردو کی ادبی نثر کا آغاز ہوا۔یہ کتاب مُلّا وجہی نے لکھی ہے اور دکن کی قدیم اردو نثر کی کتابوں میں سب سے اہم ہے۔اس کا قصہ طبع زاد نہیں ہے۔محمد یحییٰ ابن سیبک فتاحی نیشاپوری کے فارسی قصے حسن ودل کا آزاد ترجمہ ہے۔ دیباچے یا تمہید میں تالیف کتاب کے بارے میں وجہی نے بڑی طوالت سے کام لیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے ایجاد قصہ سے زیادہ تحریر کی نئی روش کو ترجیح دی ہے۔وجہی نے ایک نیا اسلوب اردو میں ایجاد کیا ہے۔وہ اپنی کتاب سب رس میں لکھتے ہیں کہ ’’ہندی زبان سوں اس چھنداں سوں نظم ہور نثر ملا کر گھلا کر یوں نئیں بولیا۔‘‘ وجہی نے پہلی مرتبہ اردو کو ایک ایسا اسلوب بخشا ہے۔جس کو ہم ادبی اسلوب نگارش کا نمونہ کہہ سکتے ہیں۔

☆............☆............☆

اطلاعات واعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

درخواست دعا

مکرم لطیف احمد طاہر صاحب کارکن شعبہ اشاعت ایوان محمود ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے والد محترم صوبیدار (ر) محمد شریف صاحب سابق صدر محلّہ دارالفتوح بلڈ شوگر اور کمزوری صحت کی بنا پر گزشتہ چند دن سے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں داخل ہیں۔شوگر کافی ہائی ہو جاتی ہے۔احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ مولیٰ کریم محض اپنے خاص فضل و کرم سے صحت کاملہ وعاجلہ عطا کرے اور ہر قسم کی پریشانی سے محفوظ رکھے۔آمین

مکرمہ عطیہ بٹ صاحبہ ناصر آباد ربوہ تحریر کرتی ہیں۔

میرے عزیز مکرم مبارک احمد شاہ صاحب ناروے کی خالہ جان محترمہ نذیراں بانو صاحبہ مختلف عوارض کی وجہ سے صاحب فراش ہیں۔کمزوری روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ چلنے پھرنے میں دشواری ہے۔احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ خالہ جان محترمہ کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا کرے اور جملہ پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے اور فعال زندگی عطا کرے۔آمین

مکرم رشید احمد ضیاء صاحب کارکن دفتر صدر عمومی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میرے بھتیجے مکرم نوید الحق صاحب ابن مکرم چوہدری عبدالحق صاحب جرمنی بعارضہ فالج کچھ عرصہ سے بیمار ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاء کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور جملہ پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔آمین

مکرم محمد یونس طاہر صاحب کارکن دفتر نمائش کمیٹی تحریر کرتے ہیں۔

میری خالہ مکرمہ سلیمہ بی بی صاحبہ لاہور اہلیہ مکرم برکت علی صاحب مرحوم بیمار ہیں اور فضل عمر ہسپتال کے زنانہ میڈیکل وارڈ میں زیر علاج ہیں۔احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوفہ کو صحت والی لمبی زندگی دے اور ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔آمین

اسی طرح میری اہلیہ کے بھانجے مکرم آصف خلیل صاحب کارکن جلسہ گاہ بیوت الحمد بھی بیمار ہیں اور اس وقت فضل عمر کے مردانہ میڈیکل وارڈ میں داخل ہیں۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ خدا تعالیٰ صحت والی لمبی زندگی دے اور ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔آمین

ایمبولینس برائے فروخت

مجلس انصاراللہ پاکستان اپنی ایمبولینس فروخت کرنا چاہتی ہے۔ ماڈل 2007ء رجسٹرڈ 2009ء خواہشمند احباب مزید معلومات کیلئے دفتر مجلس انصاراللہ سے رابطہ کرلیں۔ فون نمبر 047-6212982 پر رابطہ کریں۔

(قائد عمومی مجلس انصاراللہ پاکستان)

ٹیکنیکل میگزین 2014-15

مکرم انجینئر محمود مجیب اصغر صاحب صدر ٹیکنیکل میگزین کمیٹی IAAAE تحریر کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدی آرکیٹیکٹس اور انجینئرز کا ٹیکنیکل میگزین 2013-14 چھپ کر تقسیم ہو چکا ہے۔اگلے میگزین کے لئے آرکیٹیکٹس ،انجینئرز اور اہل علم احباب و خواتین وطلبہ وطالبات کو تحریک کی جاتی ہے کہ وہ عام فہم سائنسی ،انجینئرنگ اور آرکیٹیکچر کے موضوعات پر انگریزی یا اردو میں مضامین ، ریسرچ پیپرز ، رپورٹس تصاویر وغیرہ دفتر واقع تحریک جدید کوارٹرز بھجوائیں یا Email کردیں۔

sharis70@gmail.com

haris@iaaae.com

اعلان دارالقضاء

(مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ ترکہ مکرم محمد لطیف چوہدری صاحب)

مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ نے درخواست دی ہے کہ خاکسارہ کے خاوند محترم محمد لطیف چوہدری صاحب وفات پاگئے ہیں۔ان کے نام قطعہ نمبر 31 بلاک نمبر 1 محلّہ دارالفضل برقبہ 4 کنال میں سے 10 مرلہ بطور مقاطعہ گیر منتقل کردہ ہے۔لہٰذا یہ قطعہ مکرمہ فریحہ لطیف صاحبہ اور مکرم عرفان احمد ناصر صاحب کے نام منتقل کر دیا جائے۔دیگر ورثاء کو کوئی اعتراض نہ ہے۔

تفصیل ورثاء

1۔مکرمہ رضیہ بیگم صاحبہ (بیوہ)
2۔مکرمہ فریحہ لطیف صاحبہ (بیٹی)
3۔مکرم رضوان احمد یاسر صاحب (بیٹا)
4۔مکرم عرفان احمد ناصر صاحب (بیٹا)

بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ کسی وارث یا غیر وارث کو اس منتقلی پر اگر کوئی اعتراض ہو تو وہ تیس یوم کے اندر اندر دفتر ہذا کو تحریراً مطلع فرمائیں۔

(ناظم دارالقضاء ربوہ)

سانحہ ارتحال

مکرم رانا سلطان احمد خان صاحب ایوان محمود ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

مکرم رانا بشارت احمد صاحب ابن مکرم رانا مبارک احمد صاحب سپر وائزر (ر) محکمہ سوئی گیس باب الابواب غربی ربوہ حال مقیم ہالینڈ بعمر 63 سال مورخہ 29/اپریل 2014ء کو PNIEL ہسپتال میں ساڑھے تین سال زیر علاج رہنے کے بعد وفات پاگئے۔آپ حضرت چوہدری منشی امیر محمد خان صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کے پوتے تھے اور خدا کے فضل سے موصی تھے۔آپ ہالینڈ میں آئنتھوون جماعت کے صدر بھی رہے۔اس کے علاوہ سیکرٹری تربیت اور زعیم انصاراللہ بھی رہے آپ نے پاکستان ائیر فورس میں سروس کی اور لاہور پشاور، کوئٹہ، کراچی، شورکوٹ، میانوالی اور اٹک میں بھی جماعتی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ مخلص احمدی تھے۔آپ کی نماز جنازہ ہالینڈ میں ادا کرنے کے بعد میت مورخہ 3 مئی کو ربوہ لائی گئی اور بعد از نماز عصر بیت المبارک میں محترم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے پڑھائی۔بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد محترم ضمیر احمد ندیم صاحب مربی سلسلہ نے دعا کرائی۔آپ نے پسماندگان میں اہلیہ مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اور پانچ بیٹے مکرم رانا ساجد احمد صاحب ،مکرم رانا مشہود احمد صاحب، مکرم رانا ظفر الاسلام صاحب، مکرم رانا مظہر اسلام صاحب اور مکرم رانا کاشف اسلام صاحب ہالینڈ اور ایک بیٹی مکرمہ شگفتہ نسرین صاحبہ اہلیہ مکرم فاروق احمد صاحب آف کینیڈا ابن مکرم رانا محمد ارشد صاحب آف فیصل آباد چھوڑے ہیں۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ مولیٰ کریم مرحوم کے درجات بلند فرمائے ، پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے اور ان کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا کرے اور بچوں کا خود حافظ وناصر ہو۔آمین

سانحہ ارتحال

مکرم طاہر احمد ملک صاحب ابن مکرم ناصر احمد ملک صاحب دارالیمن وسطی سلام تحریر کرتے ہیں۔

ہماری والدہ مکرمہ بشیراں بیگم صاحبہ بقضائے الٰہی مورخہ 6 مئی 2014ء کو وفات پاگئیں۔آپ کی نماز جنازہ گراؤنڈ دارالیمن وسطی میں مکرم رانا مبشر احمد صاحب زعیم مجلس انصاراللہ وسطی سلام نے بعد نماز عصر پڑھائی۔قبرستان عام میں تدفین کے بعد مکرم بشارت احمد صاحب صدر محلّہ دارالیمن وسطی سلام نے دعا کروائی۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری والدہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے نیز ہمیں صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

دورہ انسپکٹران روزنامہ الفضل

مکرم منور احمد بجّہ صاحب انسپکٹر روزنامہ الفضل آجکل توسیع اشاعت ،وصولی واجبات اور اشتہارات کے حصول کیلئے کراچی،

مکرم رفیع احمد رند صاحب انسپکٹر روزنامہ الفضل آجکل توسیع اشاعت ،وصولی واجبات اور اشتہارات کیلئے بہاولپور، ڈیرہ غازیخان اور بہاولنگر،

مکرم احمد حسیب صاحب انسپکٹر روزنامہ الفضل آجکل توسیع اشاعت ،وصولی واجبات اور اشتہارات کیلئے ضلع فیصل آباد، اور

مکرم خالد محمود صاحب انسپکٹر روزنامہ الفضل آجکل توسیع اشاعت ،وصولی واجبات اور اشتہارات کیلئے ضلع لاہور کے دورہ پر ہیں۔

احباب جماعت واراکین عاملہ اور مربیان کرام سے خصوصی تعاون کی درخواست ہے۔

(مینیجر روزنامہ الفضل)

قرارداد ہائے تعزیت

احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن پاکستان کے آٹھویں سالانہ کنونشن منعقدہ 5-6/اپریل 2014ء کے موقع پر تین ممبران کی وفات پر قرارداد تعزیت پیش کی گئی۔

مکرم ڈاکٹر نصیر احمد منصور صاحب صدر احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن وہاڑی 7/اپریل 2013ء کو یوکے میں انتقال کر گئے۔

مکرم ڈاکٹر خالد یوسف صاحب ابن محترم سیٹھ محمد یوسف صاحب شہید امیر جماعت نواب شاہ 7 فروری 2014ء کو 47 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

مکرم ڈاکٹر سید محسن احمد صاحب ایف آر سی پی صدر احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن کراچی ابن حضرت سید وزارت حسین صاحب (آف مونگھیر بہار) رفیق حضرت مسیح موعود مورخہ 13 فروری 2014ء کو مختصر علالت کے بعد کراچی میں وفات پا گئے۔

ان مرحومین کی سیرت وسوانح پیش کرنے کے بعد کہا گیا کہ ہم ممبران احمدیہ میڈیکل ایسوسی ایشن اپنے ان جانے والے ممبران کے لواحقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات ہردم بلند کرتا چلا جائے۔ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے اور ہم سب کو ان کے نیک نمونہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔آمین

ضرورت کمپیوٹر آپریٹر

مجلس انصاراللہ پاکستان کو ایک کمپیوٹر آپریٹر کی ضرورت ہے۔تعلیم کم از کم ایف۔اے ہو۔جو حضرات جماعتی خدمت کا شوق رکھتے ہیں اور اردو ، انگلش کی اچھی سپیڈ کے ساتھ Office Excel, اور Graphics کے کام کا تجربہ رکھتے ہوں۔دفتر مجلس انصاراللہ پاکستان میں صدر صاحب حلقہ سے تصدیق کے بعد اپنی درخواست بھجوائیں۔

فون نمبر برائے رابطہ: 047-6212982

(قائد عمومی مجلس انصاراللہ پاکستان)

معلوماتی خبریں

بلوچستان کا معصوم جنگلی جانور تھیرم (Therium)

تحصیل تونسہ سے اگر مغرب کی جانب سفر کیا جائے تو پندرہ بیس کلو میٹر پر ایک پہاڑی مقام ہے جسے ''چتر وٹہ'' کہتے ہیں۔ اس پہاڑی سلسلے کا نام بھی چتر وٹہ رینج ہے جو بلوچستان میں بمبور کے پہاڑی سلسلے سے جا ملتا ہے۔ سائنسی دانش مند کہتے ہیں کہ پچیس یا تیس ملین سال پہلے اس علاقے پر دیوقامت جانوروں کا راج تھا جس کی لمبائی 21 فٹ اور قامت 26 فٹ کی تھی اور وزن بس اٹھارہ ٹن یعنی کوئی چار بڑے ہاتھیوں کے برابر۔ اس کی لمبائی اور اونچائی کے متعلق بیانات مختلف ہیں۔ لیکن اس بات پر متفق ہیں کہ یہ دنیا کا سب سے بڑا ممالیہ تھا۔ یہ جانور ڈائنوسار نہیں تھے بلکہ ان سے مختلف تھے۔ ڈائنوسار غیر فقاریہ جانور بھی ریپٹائلز تھے جبکہ بلوچی تھیرم ممالیہ یعنی اپنے بچوں کو دودھ پلانے والے اور ان کے سینگ نہیں تھے۔

1910ء میں ایک برطانوی ماہر حجریات کلور فورسٹر کو اس علاقے میں تحقیق کرتے ہوئے جانور کی کچھ ہڈیاں دستیاب ہوئی تھیں لیکن مکمل جانور کا ڈھانچہ باوجود کوشش کے نہ مل سکا۔ فرانسیسی ماہر حجریات جان لوپ ویلکم اپنی ٹیم اور جامشورہ یونیورسٹی کے پروفیسرز کے ہمراہ بلوچستان آئے اور 1999ء تک بگتی ہلز اور چالیس دوسرے مختلف مقامات پر کھدائی کر کے اس کی مکمل ہڈیاں دریافت کیں اور اسے بلوچی تھیریم Baluchitherium کا نام دیا یعنی بلوچستان کا جنگلی جانور۔ یہ جانور 14 ملین سال پہلے معدوم ہو گئے تھے اور معدوم ہونے کی وجوہات ابھی تک معلوم نہیں ہوسکیں۔ خوراک میں قیاس یہ ہے کہ یہ درختوں کے پتے کھاتے تھے اور اپنی گردن کی وجہ سے خوراک بآسانی حاصل کر سکتے تھے۔ اس جانور کی ہڈیاں اگرچہ چین، وسط ایشیا وغیرہ سے بھی دریافت ہوئیں لیکن بلوچستان وہ سب سے پہلا مقام تھا جہاں اس کا سراغ ملا۔ (روزنامہ دنیا، 3 مئی 2014ء)

دنیا کا مختصر ترین تھری ڈی پین برطانوی کمپنی نے ایسا پین متعارف کروادیا ہے۔ جو دنیا کا مختصر ترین پرنٹنگ پین ہونے کے ساتھ ساتھ تھری ڈی پینٹنگ اور فن پارے بھی بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ایک عام بال پوائنٹ پین کے سائز اور وزن کا حامل یہ دنیا کا واحد پین ہے جس کی مدد سے کسی بھی سطح اور حیرت انگیز طور پر ہوا میں بھی آرٹ کے فن پارے بنائے جا سکتے ہیں۔ اس تھری ڈی پین کو استعمال کرنے کے لئے اسے کمپیوٹر کے ساتھ منسلک کر کے پلاسٹک کو اس پین میں ڈالا جاتا ہے جس کا الیکٹرک ہیٹر اس پلاسٹک کو پگھلاتا ہے جس سے منٹوں میں تھری ڈی اشکال تیار کی جاتی ہیں۔

(روزنامہ دنیا 2 مئی 2014ء)

ربوہ میں طلوع وغروب 12 مئی

طلوع فجر	3:41
طلوع آفتاب	5:12
زوال آفتاب	12:05
غروب آفتاب	6:58

ایم ٹی اے کے اہم پروگرام

12 مئی 2014ء

3:00 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 9 مئی 2014
4:10 am	سوال وجواب
6:10 am	طلباء کی حضور انور سے ملاقات
7:30 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 9 مئی 2014ء
9:50 am	لقاء مع العرب
12:00 pm	حضور انور کا دورہ مغربی افریقہ
4:20 pm	تقاریر جلسہ سالانہ قادیان
6:05 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اگست 2008ء
8:05 pm	تقاریر جلسہ سالانہ قادیان
9:00 pm	راہ ھدیٰ
11:25 pm	حضور انور کا دورہ مغربی افریقہ

درخواست دعا

مکرمہ سکینہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم سردار نور احمد مرتضٰی صاحب سابق مختار عام صدر انجمن احمدیہ تحریر کرتی ہیں۔ میرے بھائی مکرم فلائٹ لیفٹیننٹ (ریٹائرڈ) عبدالمومن محمود ڈوگر صاحب مقیم کینیڈا معدے کے عارضہ کی وجہ سے بیمار ہیں۔ جس کی وجہ سے کمزوری ہے۔ چند دن ہسپتال میں رہے ہیں۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاء کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور جملہ پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

کمر درد کیپسول
کمر درد کی مفید دوا
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
NASIR ناصر
PH:047-6212434-6211434

KOHISTAN STEEL
DEALERS OF PAKISTAN STEEL MILLS CORPORATION LTD AND IMPORTERS
Talib-e-Dua:Mian Mubarik Ali

FR-10